پیغام صلح کے چند الزامات کی تردید

(تصنیف لطیف)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح کے چند الزامات کی تردید

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے قلم مبارک سے)

۱۰- ستمبر ۱۹۱۶ء

آج مغرب کے قریب مجھے ایڈیٹر الفضل نے پیغام کا ایک تازہ پرچہ جس پر ایک دو جگہ نشان لگا ہوا تھا بھیجا یہ تو مجھے معلوم تھا کہ غیر مبائعین ہم پر طرح طرح کے الزامات لگانے کے عادی ہیں لیکن اس پرچہ کو پڑھ کر تو بہت ہی حیرت ہوئی- ایک شخص مصطفیٰ خاں نامی نے اس قدر گالیوں اور بدزبانی سے کام لیا ہے کہ میں حیران ہوں کہ کیا شرافت اس شخص کے پاس بھی نہیں پھٹکی- وہ مجھے جانور قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ اسے کسی چڑیا گھر میں یا عجائب گھر میں رکھنا چاہئے- پھر میری کتاب حقیقۃ النبوۃ کے زمانۂ تصنیف کی طرف اشارہ کرکے لکھتا ہے کہ تعجیل کارِ شیاطین بود اور اس طرح مجھے شیطان بتاتا ہے- اسی طرح کے اور بہت سے حملے اس نے کئے ہیں- میں حیران ہوں کہ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ آخر میں ایک جماعت کا امام ہوں اور وہ مجھے خلیفہ یقین کرتی ہے- کیا اسی قسم کے لفظ اگر شیعہ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت استعمال کریں تو وہ اسے جائز رکھیں گے- اور اس پر اظہار ناراضگی نہ کریں گے اگر کہیں کہ وہ خلیفہ برحق تھے- تو میں کہتا ہوں کہ شیعوں کے نزدیک تو خلیفہ برحق نہیں- اگر ان لوگوں کے لئے جو کسی خلیفہ کو خلیفہ نہ سمجھیں- اسے گالیاں دینا جائز ہوتا ہے- تو پھر کیوں شیعوں کا حضرت ابوبکرؓ کو گالیاں دینا جائز نہیں- تمہارے جی میں جو حملے آئیں کرو لیکن گالیوں سے تو بچو کہ خود یہ تمہارے اخلاق کو بگاڑ دیں گی اور تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ گے- مولوی محمد علی صاحب تو خلیفہ نہیں- نہ کسی جماعت کے امام- ایک انجمن کے پریذیڈنٹ ہیں جن کو امیر کا نام دے دیا گیا ہے لیکن کیا تم

پسند کرو گے کہ چڑیا گھر والے فقرہ کے جواب میں میری جماعت کے لوگ بھی چڑیا گھر کے کسی جانور کے نام سے انکو پکارا کریں- مثلاً خنزیر ان کا نام رکھ دیں یا کتا یا گدھا اور کسی ایسے ہی نام سے انکو یاد کیا کریں یا خواجہ کمال الدین صاحب کو کہ جنہوں نے ام الالسنہ نامی کتاب کی تیاری کے متعلق فخر کیا ہے کہ صرف تین ہفتہ میں تیار ہو گئی- انکی نسبت پسند کرتے ہیں کہ تعجیل کارِ شیطان بود کے مقولہ کے ماتحت شیطان کا لفظ استعمال کیا کریں- اگر نہیں تو ایک لاکھوں آدمیوں کی جماعت کے دل اس طرح نہ دکھاؤ کہ یہ بات دین و دنیا میں تمہاری بربادی کا باعث ہو گی- اور ان الفاظ کے لکھنے والے کو میں صرف اسقدر کہتا ہوں کہ ایسے گھر بھی ہیں جہاں جانوروں کی طرح انسان بند رکھے جاتے ہیں توبہ کر کہ خدا کا غضب تجھے اس گھر میں داخل نہ کرے- وہ گھر پاگل خانہ اور جیل خانہ ہیں اپنے ہاتھوں اپنا ٹھکانا وہاں مت بنا کہ تیری شوخی کا جواب میرے خدا کے پاس موجود ہے-

اب میں ان الزامات کی نسبت کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو اس پرچہ میں مجھ پر لگائے گئے ہیں- کیونکہ ان میں سے بعض مالی خیانت کے متعلق ہیں- اور میں انکا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں- کیونکہ وہ میری ذاتی خوبیوں یا کمزوریوں کے متعلق نہیں- بلکہ ایسے الزامات ہیں جن میں جماعت کے اموال کی خیانت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے- گو حسب عادت اس جملہ میں بھی مضمون نگار نے اپنا پہلو بچانے کے لئے صریح الفاظ میں حملہ نہیں کیا- بلکہ ایک تو اسے افواہ کا نام دیا ہے- دوسرے خیانت کا لفظ لکھنے سے پہلو تہی کی ہے- لیکن کسی کے مال کی نسبت اخبار میں یہ سوال کرنا کہ وہ کہاں سے آیا ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ لکھنے والا اسے جائز ذریعہ سے آیا ہؤا اقرار نہیں دیتا-

چونکہ میں ان الزامات کے جواب خدا کے فضل اور رحم سے دینے لگا ہوں- اس لئے اس موقعہ پر میں یہ بھی پسند کرتا ہوں کہ اسی اخبار میں جو ایک اور حملہ مجھ پر کیا گیا ہے- اس کا جواب بھی دے دوں- اور وہ مباہلہ سے فرار کے متعلق ہے- میں نے اپنے بعض خطبات میں مباہلہ کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے- اور اب بھی اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے عقائد کے متعلق مباہلہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں لیکن جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ مباہلہ صرف ایسے ہی آدمی سے ہو سکتا ہے جو میری طرح کسی جماعت کا امام ہو یا امام تو نہ ہو لیکن کوئی جماعت اسے اپنا قائم مقام مقرر کر دے یا وہ اسقدر وجاہت رکھتا ہو کہ میرے نزدیک اس کے ساتھ مباہلہ کا اثر کسی

جماعت پر پڑے گا۔ اس کے سوا میں مباہلہ نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم نے رسول کریمؐ کو ایک جماعت کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ کہیں نہیں آیا کہ ہر ایک فرد جو اٹھ کر کہے کہ مباہلہ کرلو اس سے مباہلہ کیا جائے۔ پس قرآن کریم کی آیت سے بھی یہی استدلال ہوتا ہے کہ مباہلہ تو ایک جماعت کے ساتھ ہونا چاہئے یا کسی ایسے شخص سے جو ایک جماعت کا قائم مقام ہو جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ کو اس غرض کے لئے پیش کرنا ظاہر کرتا ہے۔ پس محمد یامین داتوی کو میرے مقابلہ کے لئے پیش کرنا عبث ہے اس نے اگر مباہلہ کرنا ہے تو میری جماعت کے کئی لوگ اس سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں وہ ان سے مباہلہ کرلے۔ چنانچہ میاں بدر بخش صاحب نے تو اسے چیلنج بھی دیا تھا لیکن اس وقت تک اس نے ان سے مباہلہ نہیں کیا اگر کہو کہ بدر بخش کے مباہلہ کا جماعت پر کیا اثر ہو گا تو میں کہتا ہوں کہ محمد یامین کے مباہلہ کا جماعت پر کیا اثر ہو گا۔ پس جبکہ تمہاری طرف سے ایسا شخص پیش ہے جسکے مباہلہ کا اثر تمہاری جماعت پر کچھ نہیں تو ہماری طرف سے بھی اگر کوئی ایسا ہی آدمی آگے آتا ہے تو تمہیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب بمعہ ممبران اشاعت اسلام انجمن کے ایک دستخطی تحریر شائع کردیں کہ محمد یامین ہماری طرف سے مباہلہ کرنے کا مجاز ہے۔ اگر مباہلہ کے نتیجہ میں یہ ہلاک ہو جائے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائے تو ہم سب لوگ اس کو اپنی شکست خیال کریں گے اور آئندہ توبہ کرکے تمہاری بیعت میں شامل ہو جائیں گے۔ تو میں بھی اپنی جماعت کے کسی آدمی کی نسبت ایسی ہی تحریر شائع کردوں گا اور لکھ دوں گا کہ اگر اس شخص پر بعد مباہلہ عذاب الٰہی نازل ہو اور یہ ہلاک ہو جائے تو میں خلافت سے علیحدہ ہو جاؤں گا اور اپنے عقائد سے توبہ کرلوں گا۔ اور میں نے جو مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ دوسرے ممبران انجمن کی شمولیت کی شرط لگائی ہے تو صرف اس لئے کہ ان کی جماعت انہیں واجب الاطاعت امام نہیں مانتی۔ بلکہ انجمن کو اصل حاکم مانتی ہے۔ میری جماعت مجھے واجب الاطاعت امام مانتی ہے۔ اور اگر تم لوگ اس بات کے لئے آمادہ نہیں تو پھر مولوی محمد علی صاحب کو میرے مقابلہ میں لاؤ۔ میں ان سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں اور اگر کہو کہ وہ تو دو مسلمانوں میں مباہلہ کو جائز نہیں سمجھتے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے بھی تو ان سے مباہلہ کرنے کی رضامندی اسی خیال کے ماتحت ظاہر کی تھی کہ وہ ہم کو کافر کہہ کر خود کافر ہو گئے ہیں کیونکہ میں نے جہاں تک ان کی تحریرات کو سمجھا ہے میں ان سے یہی مطلب سمجھا ہوں کہ وہ ہمیں کافر سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے

نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب منکر کافر نہیں مگر میرے نزدیک سب کافر ہیں اور وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث کی رو سے مسلم کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے پس جبکہ میں ان کے مسلمہ مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہوں تو ان کے نزدیک کافر ہوں اور اس صورت میں ان کو مجھ سے مباہلہ کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور اگر کہو کہ نہیں باوجود تمہارے غیر احمدیوں کو کافر کہنے کے پھر بھی کسی نہ کسی طریق سے وہ تم کو مسلمان ہی خیال کرتے ہیں تو میرا یہ جواب ہے کہ تب پھر میرا مباہلہ کا چیلنج بھی نہیں۔ کیونکہ وہ تو اسی خیال پر ہے کہ وہ مجھے کافر خیال کرتے ہیں۔

شائد اس جگہ کسی کو خیال گزرے کہ مولوی محمد علی صاحب اگر کافر نہیں کہتے اور ان سے مباہلہ نہیں ہو سکتا تو کیوں محمد یامین سے مباہلہ نہیں کر لیا جاتا۔ اس کا ایک جواب تو میں پہلے دے آیا ہوں۔ دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ احمدیوں میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو مولوی محمد علی صاحب کو کافر یقین کرتے ہیں تو کیا مولوی محمد علی صاحب ان سے مباہلہ کریں گے۔ اگر وہ ایسے لوگوں سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں تو میں ایسے اشخاص مباہلہ کے لئے پیش کر سکتا ہوں جب وہ ان لوگوں سے جو انکو کافر سمجھتے ہیں مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہونگے تو میں بھی محمد یامین سے مباہلہ کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤنگا کیونکہ اس دو طرفہ مباہلہ میں وہ بات بھی حل ہو جائے گی کہ ایسے اشخاص میں مباہلہ ہو جن کا اثر کسی جماعت پر پڑتا ہے۔ شاید مولوی صاحب اس جگہ پر یہ سوال اٹھائیں کہ گو بعض لوگ مجھے کافر کہیں لیکن میں تو ان کو کافر نہیں کہتا۔ میں وسعت حوصلہ سے کام لیتا ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو مولوی صاحب یہ کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ حدیث کی رو سے صرف وہ اہل قبلہ کافر ہو سکتے ہیں جو دوسرے کو کافر کہیں۔ پس اس عقیدہ کے رکھتے ہوئے اگر مولوی صاحب اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں تو ان لوگوں کو انہیں کافر سمجھنا پڑے گا اور اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے تو یہ اور بات ہے ہر شخص اپنے عقائد کا ذمہ دار ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ دوسرے محمد یامین کی نسبت میرا بھی یہی دعویٰ ہے کہ میں اسے کافر نہیں سمجھتا۔ اور میرے پاس اس کی دلیل بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ میں اسے ایک قسم کا مجنون سمجھتا ہوں اور ایک قسم سے میری یہ مراد ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں کہ جو بالکل پاگل ہو جاتے ہیں لیکن اسے مینیا ہے جیسا کہ اس کے اہل وطن بھی شہادت دیتے ہیں چنانچہ سید سرور شاہ صاحب داتوی جو غیر مبائعین میں سے ہیں

انہوں نے اپنے ایک خط میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

غرض مباہلہ کے متعلق جو پہلو بھی لو ہمارا پہلو بھاری رہتا ہے اور ہم مباہلہ سے ہرگز انکاری نہیں بلکہ اس کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اگر مولوی محمد علی صاحب مباہلہ سے ڈرتے ہیں اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ باوجود ان کے مسلمان بھائیوں کو کافر کہنے کے میں پھر بھی مسلمان کا مسلمان ہی ہوں اس لئے وہ مجھ سے مباہلہ نہیں کرسکتے تو خواجہ کمال الدین صاحب نے صریح طور پر ہم پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور اپنے متعدد لیکچروں میں ہم سے اصولی اختلاف ہونے کا اعلان کیا ہے انکو میرے مقابلہ میں لے آؤ اور مباہلہ کے لئے تیار کرو۔ میں ان سے مباہلہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں کیونکہ ان کی نسبت بھی میں جانتا ہوں کہ ایک جماعت میں ان کو رسوخ حاصل ہے۔ پس ان کے مباہلہ کا اثر ایک جماعت پر پڑ سکتا ہے۔ اب ان تمام باتوں کے بعد آپ لوگ مولوی محمد علی کی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم بددعا کیوں کریں۔ اگر ہماری دعائیں خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی قبول ہیں تو دعا ہی کیوں نہ کریں کہ آپکو ہدایت ہو کیونکہ اس قول سے آپ میری بات پر اعتراض نہیں کریں گے بلکہ قرآن کریم پر اعتراض کریں گے کیونکہ مباہلہ اگر ایسا ہی فضول ہے تو قرآن کریم نے رسول کریمؐ کو اسکی تلقین کیوں کی۔ کیا نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ کی دعائیں قبول نہیں ہوتی تھیں کہ مخالفوں کو تباہی کے لئے مباہلہ کا حکم دیا۔ پس جبکہ رسول کریم ﷺ جیسا انسان جسکی دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی تھیں۔ کسی ضرورت کے لئے بجائے اپنے مخالفوں کی ہدایت کی دعائیں کرنے کے ان سے مباہلہ کرنے پر مجبور ہوا تھا تو آپ لوگوں کی دعائیں اس برگزیدۂ خدا سے زیادہ قبولیت کا درجہ نہیں رکھتیں کہ اب آپ مباہلہ کے ہتھیار سے مستغنی ہو گئے ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنے مخالف سے مباہلہ کرکے فیصلہ کریں آپ یہ کرسکتے ہیں کہ دعا کرکے اسے راہ ہدایت پر لے آئیں۔ (یہ پہلو جو میں نے بیان کیا ہے۔ مولوی صاحب کی تحریر کا ایک پہلو ہے کیونکہ ان کی تحریر کے دوسرے معنے یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ مباہلہ ہم کیوں کریں۔ اگر ہماری دعائیں ایسی ہی قبول ہوتی ہیں تو کیوں نہ تمہارے لئے دعا کریں کہ تم کو ہدایت ہو یعنی ہماری دعائیں تو قبول ہی نہیں ہوتیں تو ہمیں مباہلہ کرنے کی کس طرح جرأت ہو۔ اگر دعائیں قبول ہوتیں تو بجائے مباہلہ کے تمہارے لئے دعا کرتے)

میں آخر میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا شخص جو کسی جماعت کا لیڈر نہ ہو یا جو کسی

جماعت میں مسلّم اثر نہ رکھتا ہو تو وہ اس طرح کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے اعلان مباہلہ کر دے جیسا کہ حضرت صاحب نے اپنے مخالفوں کو اجازت دی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی طرف سے اعلان مباہلہ کر دیں اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ ایسا شخص بھی اگر توبہ نہ کرے گا تو عذاب الٰہی سے محفوظ نہیں رہے گا۔ لیکن دو طرفہ مباہلہ میں تب ہی کر سکتا ہوں جبکہ میرے مقابلہ میں کوئی ایسا شخص ہو جو یا تو کسی جماعت کا لیڈر ہو یا مثل لیڈر کے ہو۔ ان واضح اور آسان طریقوں کے معلوم کرنے کے بعد بھی اگر آپ لوگ مقابلہ سے جی چرائیں تو ہماری طرف سے آپ پر حجت ہو چکی ہے پھر آپ کا معاملہ خدا سے ہو گا اور راستی پسند طبائع خود فیصلہ کر لیں گی کہ کون حق پر ہے اور کون فریب کے ساتھ اپنی جان بچانا چاہتا ہے۔

مباہلہ کے متعلق جو اعتراض مجھ پر کیا گیا ہے اس کا جواب دینے کے بعد میں الزامات کے جواب دینے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جن کو پیغام صلح نے سوالات کے رنگ میں شائع کیا ہے۔

اول۔ یہ الزام ہے کہ باوجود انجمن کی مالی حالت کے کمزور ہونے کے اور تخفیف کے سوال کے در پیش ہونے کے کیا میں نے عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کو ایک سو روپیہ ماہوار پر ہائی سکول کا پرنسپل مقرر کیا ہے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے اس وقت انجمن کے سامنے مالی مشکلات ہیں اور اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے مخلصین سے چندوں کی تحریکیں بھی کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت ہندوستان اور باہر کے بلاد میں تبلیغ اسلام و سلسلہ احمدیہ زور شور سے جاری ہے اور اس کا لازمی نتیجہ اخراجات کی زیادتی ہے جس کے لئے جماعت کو واقف رکھنے کے لئے اور انہیں ان ضروریات کے پورا کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے وقتاً فوقتاً تحریکوں کا کیا جانا ضروری ہوتا ہے اور اس پر بھی ہمیشہ غور ہوتا رہتا ہے کہ ایسی مدّاتِ خرچ جن کو بند کرنے سے چنداں نقصان نہیں ہوتا ان کو بند کر دیا جائے لیکن پھر بھی یہ بات نہیں کہ اس وقت ان دنوں سے زیادہ مالی مشکلات ہیں جو اس وقت تھیں جبکہ مولوی محمد علی صاحب نے اس کام کو ترک کر کے لاہور کی اقامت اختیار کر لی تھی اس وقت بھی مالی حالت ویسی ہی ہے بلکہ اس سے عمدہ ہے جیسی کہ اس وقت تھی لیکن چونکہ اخراجاتِ تبلیغ زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے تنگی معلوم ہوتی ہے اور وہ تنگی بھی کوئی تنگی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی مخلص جماعت عطا فرمائی ہے جو دین کے لئے اپنے اموال کو

پانی کی طرح بہادینے میں دریغ نہیں رکھتی اور خدا تعالیٰ سے مجھے یقین ہے کہ یہ تنگی کی حالت بہت جلد جاتی رہے گی۔ باقی رہا یہ سوال کہ ایسے وقت میں عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کو کیوں سو روپیہ ماہوار پر سکول کا پرنسپل مقرر کیا گیا ہے تو بات یہ ہے کہ ہیڈ ماسٹر نے یہ تجویز میرے سامنے پیش کی تھی کہ پرنسپل کی ایک اسامی سکولوں میں ہوتی ہے اور اس کی ایڈ بھی ملتی ہے۔ یہاں بشیر احمد صاحب کو اگر اس پر مقرر کر دیا جائے تو امید ہے کہ سکول کو بہت فائدہ ہوگا اور انتظام میں بھی تقویت ہو جائے گی لیکن میں نے ان کی اس تجویز کو منظور نہیں کیا اور یہی جواب دیا کہ اس وقت خرچ کی آگے ہی زیادتی ہو رہی ہے۔ ایک ایسے خرچ کو بڑھانا جو خواہ مفید ہی ہو لیکن ضروری نہیں میں پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے یہ تجویز کی کہ چونکہ میری صحت خراب رہتی ہے اس لئے میاں بشیر احمد صاحب کو ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا جائے اور مجھے کسی اور کام پر لگا دیا جائے یا مدرسہ میں ہی بحیثیت استاد کام لیا جائے تا بوجھ کی کمی سے میری صحت میں ترقی ہو لیکن میں نے اس بات سے بھی اس بناء پر انکار کر دیا کہ اگر انکو کام زیادہ ہے تو حسب قاعدہ مدارس استاد پورے رکھیں اور اپنے اتنے گھنٹے خالی رکھیں جتنے کہ سرکاری طور پر خالی رکھنے کا انکو حکم ہے (اس وقت وہ کمال دیانت داری اور اخلاص کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کر کے اس قدر گھنٹے پڑھاتے ہیں کہ انتظامی امور کا بار پڑ کر ان کی صحت کو صدمہ پہنچ گیا) لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ ایک سابق اور تجربہ کار کارکن کو درجہ میں کم کر کے اس کی جگہ اور شخص مقرر کر دیا جائے ہاں اگر استاد کی ضرورت ہے تو میاں بشیر احمد کو سکول میں لگا لیا جائے لیکن ان کے لئے کوئی نیا عہدہ نہ نکالا جائے اور اس بات کو میں نے بار بار دہرایا کہ ان کے لئے نیا عہدہ نہ نکالا جائے۔ ہاں اگر واقعہ میں ضرورت ہو تو میں پسند کرتا ہوں کہ بجائے باہر کسی مقام پر ملازمت کرنے کے وہ یہیں رہیں۔ اس پر ایک دوست نے ان دوستوں میں سے جن کے زیر غور یہ معاملہ تھا مجھے اطلاع دی کہ سکول میں اس وقت استاد کی ضرورت ہے اور اگر اجازت ہو تو ان کو سکول میں لگایا جائے جس پر میں نے اجازت دی اور سکول کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ گو اس وقت دوسری مدات میں تنگی ہے لیکن سکول میں نہیں ہے۔ کیونکہ سکول میں اب اس قدر طلباء تعلیم پاتے ہیں کہ جن کی فیسوں اور سرکاری ایڈ سے جماعت کا چندہ ملکر اسکے اخراجات کے لئے کافی ہوتا ہے بلکہ بعض وقت ضرورت سے بڑھ جاتا ہے اور چونکہ اس میں سرکاری مدد ملتی ہے اس لئے اس کے سٹاف کو مضبوط رکھنا نہایت ضروری ہے اور پچھلے دنوں

سکول سے تین گریجوایٹ باہر چلے گئے ہیں۔ قاضی عبداللہ صاحب بی۔ اے بی ٹی۔ صوفی غلام محمد صاحب بی اے ٹرینڈ۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے ٹرینڈ۔ پس ان تین استادوں کے جانے کے بعد سکول کے سٹاف کو مضبوط کرنا نہایت ضروری تھا۔ پس اگر اس صورت میں بجائے اس کے کہ کوئی استاد باہر سے منگوایا جاتا۔ عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کو ہی سکول میں لگا لیا جائے تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ اگر کوئی استاد باہر سے آتا تو کیا اس کا بوجھ نہ ہوتا یا وہ مفت کام کرتا اور کھانے پینے سے بالکل مستغنی ہوتا۔ اگر اس شخص نے بھی باہر سے آکر تنخواہ لینی تھی تو کیوں میاں بشیر احمد صاحب کو ہی جو سکول میں دو تین سال سے کچھ وقت کے لئے کام کرتے ہیں اس کام پر نہ لگایا جاتا۔ اپنے لیڈروں سے دریافت کرو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول نے مسجد مبارک کے پاس کے کمرہ میں جہاں اس وقت مولوی محمد علی صاحب رہتے تھے۔ اجلاس صدر انجمن کے دوران میں آکر فرمایا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے کہ آپ کے خاندان کو اڑھائی سو روپیہ ماہوار خرچ کے لئے دیا جائے۔ جس پر آپ کے فرمانے کے مطابق عمل ہوتا تھا۔ عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کو نوے روپے ملتے تھے اب اگر سو روپیہ ملتا ہے تو تینتیس روپیہ گورنمنٹ کی ایڈ ملے گی جس صورت میں انجمن کو صرف ستاسٹھ روپے دینے پڑتے ہیں۔ اگر اس پہلی رقم کو مدِنظر رکھا جائے جو الہام کے ماتحت ان کو ملتی تھی تو صرف سات روپیہ زیادہ ہر مہینہ میں انجمن کو دینے پڑتے ہیں کیونکہ ساٹھ روپے اس الہام کے ماتحت دیئے جاتے تھے تو اب انجمن کے خزانہ سے صرف سات روپے زیادہ دینے پڑے۔ پس اس سات روپیہ کی زیادتی سے انجمن کے سر پر کس قدر بوجھ پڑ جاتا ہے جس کے لئے تم کو اسقدر شور کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور کیا تم خیال کرتے ہو کہ اگر عزیزم میاں بشیر احمد صاحب کہیں باہر جاکر ملازمت کرتے تو انکو اس قدر تنخواہ کی ملازمت نہ مل سکتی تھی؟ ہمارا خاندان خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیاوی طور پر بھی معزز ہے اور گورنمنٹ کی خدماتِ نیک کرتا رہا ہے جس کے صلہ میں ہمارے خاندان کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت ملازمتیں مل سکتی ہیں۔ ابھی دو سال ہوئے ہیں کہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے کو ای۔ اے۔ سی کے لئے نامزد کیا گیا تھا لیکن بوجہ بعض عذرات کے اس وقت امتحان میں شامل نہ ہو سکے تو چونکہ انکی عمر زیادہ ہوگئی تھی وہاں تو ان کو نہ لیا گیا لیکن تحصیلدار نامزد کیا گیا کہ جس عہدہ کی تنخواہ بھی معقول ہے پس عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کو اگر سکول میں سو روپیہ ماہوار دیا گیا تو

زیادہ تنخواہ نہیں وہ باہر اچھی ملازمت کر سکتے تھے وہ ایم۔ اے پاس ہیں اور ذہین و ہوشیار ہیں جوڈیشل سروس کے علاوہ کالج کی نوکری بھی کر سکتے ہیں اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ابھی اس وقت جبکہ انجمن کی حالت موجودہ حالت سے بہت کمزور تھی ریویو کی ایڈیٹری کے لئے سو روپیہ ماہوار پر ہی قادیان آئے تھے گو ایک مدت تک ان کے حسابات میں بیس روپیہ ماہوار تنخواہ دکھائی جاتی رہی ہے۔ غرض یہ الزام جو پیغام صلح نے لگایا ہے اس کا ایک حصہ تو جھوٹ ہے اور دوسرا حصہ کوئی الزام نہیں اگر عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب اس جگہ کام کرنا منظور کریں تو اس میں انجمن کا نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے اور بہت کم خرچ پر اس کو ایک نہایت لائق استاد مل جاتا ہے۔ اور یہاں کی رہائش کو منظور کرنا ان کی قربانی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اپنی لیاقت اور خاندانی خدمات کی وجہ سے عمدہ سے عمدہ ملازمت حاصل کر سکتے ہیں جہاں ان کو ہزار بارہ سو روپیہ ماہوار تک ترقی کرنے کی امید ہو سکتی ہے۔ اور ان کے سکول میں تقرر پر اعتراض کرنے کا باعث سوائے کینے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اس کے باوجود نہیں لگائے جاتے تو کوئی اور لگایا جاتا یا سکول کو بند کر دیا جائے اور تمام گھروں کو چلے جائیں۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے امرتسر اور اجنالہ کے درمیان موٹر ایجنسی قائم کی ہے سو یہ الزام مجھ پر نہیں خلیفہ صاحب پر ہے میں اس کی نسبت صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ یہ بات میں نے اب پیغام میں دیکھی ہے ڈاکٹر صاحب اگر قادیان میں ہوتے تو اس کا جواب وہ خود دیتے وہ اس وقت ڈلہوزی ایک ضروری کام پر گئے ہوئے ہیں وہاں سے واپسی پر وہ خود جواب دیں گے میں اس وقت بحکم آیت اِذَا جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اور لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اصل جواب تو وہ خود دیں گے مگر میں اس الزام کو سراسر جھوٹ اور افتراء یقین کرتا ہوں اور زیادہ سے زیادہ اگر حسن ظنی سے کام لوں تو کہہ سکتا ہوں کہ شاید کوئی اور رشید الدین ہو جس نے وہ ایجنسی قائم کی ہو اور تم نے اس سے خلیفہ صاحب کو سمجھ لیا ہو لیکن زیادہ قرین قیاس تو یہی ہے کہ یہ بات تم نے اپنی طرف سے افتراء کر کے اڑائی ہے۔

تیسرا الزام مجھ پر یہ لگایا گیا ہے کہ کیا میں نے اٹھارہ ہزار روپیہ کی کوئی زمین خریدی ہے اور اگر کوئی ایسی زمین خریدی ہے تو وہ روپیہ کہاں سے آیا۔ امر اول کا جواب یہ ہے کہ بے شک

میں نے اپنے خاندان کے چند افراد سمیت اٹھارہ ہزار کی زمین خریدی ہے لیکن غیر مبائعین کا اس پر خوش ہونا اور یہ خیال کرنا کہ ہمیں اعتراض کا ایک موقع مل گیا درست نہیں بلکہ باوجود اس واقعہ کے پھر بھی ان کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ گو یہ زمین اٹھارہ ہزار روپیہ کو خریدی گئی ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایک لحاظ سے یہ زمین مفت ہی آئی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا محمد اکرم بیگ صاحب نے اپنی مملوکہ اراضی واقعہ قادیان میں سے پچھلے سال ۷۵ گھماؤں اراضی ایک سکھ رئیس کے پاس فروخت کی تھی چونکہ قادیان میں اس وقت تک سب ملکیت اراضی یا ہمارے خاندان کے پاس ہے یا مرزا اکرم بیگ صاحب کے پاس کہ ان کا بھی ہمارے خاندان کی ایک شاخ سے رشتہ داری کا تعلق ہے ایک غیر مذہب کے شخص کے پاس زمین کا فروخت ہو جانا ہماری جماعت کے لئے بہت سی تکالیف کا باعث تھا۔ چنانچہ اسی دن سے کہ یہ زمین فروخت ہوئی قادیان کے سکھوں اور ہندوؤں میں ایک جوش پیدا ہو گیا تھا اور ان میں سے بعض بلاوجہ ہماری جماعت کو تکلیف دینے لگ گئے تھے اور موقعہ تلاش کر کر کے فساد کھڑا کرتے تھے کیونکہ ان کو یہ دلیری ہو گئی تھی کہ اب ہم بطور رعایا کے نہیں بلکہ قادیان کی ملکیت میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ اور اب یہاں ایک ہندو مالک بھی ہے۔ اس سے پہلے ان لوگوں کو فساد سے روکنے کا ایک باعث یہ بھی تھا کہ ہندوؤں کا قادیان کی زمینوں پر مالکانہ قبضہ نہ تھا۔ اور وہ بطور مزارعہ یا موروثی زمینوں پر قابض تھے۔ چنانچہ جب کبھی حضرت مسیح موعودؑ کے وقت ان لوگوں نے فساد کیا بھی تو حکام نے اس امر کی بناء پر ان کو بہت کچھ ملزم کیا اور وہ ہمیشہ شرمندہ ہوتے رہے لیکن اب صورت معاملہ کے بدل جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کو فساد کا موقعہ مل گیا تھا۔ جس وقت یہ زمین فروخت ہوئی ہے اسی وقت خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ اس قسم کا خطرہ پیدا ہونا اس فروخت سے ممکن ہے۔ اسی طرح جماعت کی ضروریات کے لئے زمینوں کے ملنے میں بھی یہ سودا بعض وجوہات سے روک ثابت ہونے والا تھا پس سب باتوں پر غور کر کے میں نے جماعت کے بعض دوستوں سے تحریک کی کہ چونکہ ہمیں حق شفعہ حاصل ہے ہم اس زمین کو خرید لیتے ہیں۔ پھر دوست ہم سے آگے خرید لیں۔ ایک حصہ ہم لے لیں گے تاکہ حق شفعہ بھی قائم رہے اور زیادہ حصہ مختلف دوست اصل قیمت پر ہم سے خرید لیں۔ لیکن شرط یہ ہوگی کہ روپیہ پیشگی دیں کیونکہ ہمارے پاس روپیہ نہیں کہ پہلے اسے چھڑوائیں اور پھر فروخت کریں۔ اس پر بعض دوستوں نے روپیہ جمع

بھی کروایا اور قریباً اڑھائی ہزار روپیہ جمع ہؤا لیکن چونکہ یہ زمین مکانات کے تو قابل نہ تھی صرف زراعت کے کام آسکتی تھی۔ اور تھوڑی تھوڑی زمین پر زراعت کرنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس طرف بہت کم لوگوں کی توجہ ہوئی اسے بھی لوگوں نے اپنی ضروریات کے لئے واپس لینا شروع کردیا۔ اور کل چار سو روپیہ باقی رہ گیا۔ ادھر تو زمینداری کے لئے زمین خریدنے کے لئے لوگ تیار نہ تھے یا کم سے کم مجھ سے کسی نے درخواست نہیں کی بلکہ پہلا جمع شدہ روپیہ بھی واپس لے رہے تھے ادھر قادیان کے امن کا یہ حال تھا کہ بعض لوگ پے درپے شرارت کرتے اور فتنہ کھڑا کر رہے تھے۔ اور اس میں اس زمین کی فروخت بھی ایک وجہ تھی اس لئے مجھے بہت فکر ہوئی کہ جس طرح ہو سکے یہ زمین واپس لی جائے اور میں نے یہ تجویز کی کہ اگر اس کے لئے یوں روپیہ جمع نہیں ہو سکتا تو ہم اپنی پہلی اراضی کا ایک حصہ یا کل جیسی ضرورت ہو گروی رکھ کر روپیہ حاصل کریں اور اس زمین کو چھڑوالیں۔ چنانچہ اسی امید پر شیخ ممتاز احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء گورداسپور کو جو باوجود غیر احمدی ہونے کے مجھ سے اس قدر اخلاص اور شرافت رکھتے ہیں کہ تم غیر مبائعین سے ان کو نسبت دینا بھی میں انکی ہتک سمجھتا ہوں میں نے کہلا بھیجا کہ وہ اس سکھ سردار سے اس زمین کے متعلق سودا کریں اور کوشش کریں کہ رقم تحریر شدہ سے وہ کچھ کم کردیں کیونکہ جیسا کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہؤا تھا زمین کی اصل قیمت پندرہ ہزار تھی۔ لیکن حق شفعہ کے خوف سے اسکی قیمت پونے انیس ہزار لکھوائی گئی تھی۔ اس گفتگو سے صرف اس قدر کامیابی ہوئی کہ خریدار زمین نے ساڑھے سات سو روپیہ کم کرکے اٹھارہ ہزار روپیہ پر زمین بلا مقدمہ واپس کردینے کا وعدہ کیا۔ اب میعاد شفعہ میں وقت تھوڑا رہ گیا تھا اور روپیہ کا اب تک کوئی انتظام نہ ہؤا تھا اس لئے میں نے پھر شیخ مختار احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء کو کہلا بھیجا کہ وہ بھی کوشش کریں کہ ہماری جدی زمینوں کا کوئی حصہ رہن ہو جائے اور اسی روپیہ سے اس اراضی کی قیمت ادا کردی جائے لیکن ان کو بھی اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی اور انہوں نے مجھے کہلا بھیجا کہ آپ کسی طرح چھ ہزار روپیہ کا بندوبست کردیں میں بقیہ بارہ ہزار کچھ عرصہ کے لئے آپ کو قرض لے دوں گا چنانچہ اس تحریک پر میں نے پھر کوشش کی اور ایک تو والدہ صاحبہ کو تحریک کی کہ وہ اپنا زیور فروخت کرکے اس زمین کی خرید میں حصہ لیں چنانچہ گو والدہ صاحبہ نے وہ زیور بہ نیت حج رکھا ہؤا تھا لیکن اس خیال سے کہ یہ ضرورت بھی ایک دینی ضرورت ہے اور اس امید پر کہ بعد میں آہستہ

آہستہ زمین فروخت کر کے پھر روپیہ واپس مل جائے گا اس بات کو منظور فرمالیا اور ساڑھے بائیس سو روپیہ ان سے ملا۔ اسی طرح اپنی دونوں بیویوں کو بھی میں نے تحریک کی اور انہوں نے اپنے زیور فروخت کر کے اور کوئی اڑھائی سو روپیہ اپنے مہروں سے ڈال کر پندرہ سو روپیہ دیا۔ باقی ساڑھے بائیس سو روپیہ میں نے بعض ایسی امانتوں میں سے جن کے رکھنے والوں نے مجھے اجازت دی ہوئی ہے کہ میں جہاں چاہوں ان کا روپیہ خرچ کر سکتا ہوں۔ اور وہ اپنی ضرورت کے وقت لے لیں گے دیا اور اس طرح چھ ہزار روپیہ پورا کر کے گورداسپور بھیجا گیا۔ زیور لاہور اور امرتسر میں فروخت ہُوا چاہو تو ان دونوں کے پتہ اور ان آدمیوں کے نام بھی لکھے جاسکتے ہیں کہ جہاں اور جنکی معرفت وہ زیور فروخت ہُوا۔ زیور کے علاوہ جو ساڑھے بائیس سو روپیہ دیا گیا وہ بھی ایک چیک کے ذریعہ جو ڈاکٹر فضل کریم صاحب ممباسہ کا تھا اور میرے پاس انہوں نے بطور امانت بھیجا تھا اور اجازت دی تھی کہ میں اسے ضرورت پر خرچ کر سکتا ہوں لاہور سے ہی منگوالیا تھا اس کی نسبت بھی لاہور سے ہی پتہ لیا جاسکتا ہے بقیہ بارہ ہزار روپیہ کے متعلق شیخ مختار احمد صاحب بیرسٹر جو اس وقت اپنے بھائی شیخ محمد عمر صاحب کے ساتھ (جو امرتسر کے ایک مشہور وکیل ہیں) شملہ گئے ہوئے ہیں دریافت کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ایک ماہ کے وعدہ پر یہ روپیہ دیا ہے جس کی میعاد ستمبر کے اخیر میں ختم ہوتی ہے اور اس عرصہ میں وعدہ کے مطابق رقم ادا کر دینے کا خدا تعالیٰ نے یہ بندوبست فرمادیا ہے کہ جماعت کے چند مخلصین نے کچھ عرصہ کے لئے یہ رقم بطور قرض دینے کا وعدہ کیا ہے چنانچہ میاں نبی بخش صاحب سوداگر پشمینہ نے جو حضرت مسیح موعودؑ کے نہایت دیرینہ مخلصین میں سے ہیں اس روپیہ میں سے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو چند ماہ کے لئے ادا کر دینے کا وعدہ کیا ہے اور ساڑھے تین ہزار روپیہ وہ بھیج بھی چکے ہیں میاں محمد طفیل و میاں فضل حق صاحبان بٹالہ نے ایک ہزار روپیہ اس کام کے لئے دیا ہے اور شیخ رحمت اللہ صاحب سب ڈویژنل افسر پشاور نے دو ہزار روپیہ بھیجنے کے متعلق تحریر فرمایا ہے اور ان میں سے سوائے ایک کے باقی وہ دوست ہیں جنہوں نے بلا میری طرف سے اشارہ کے ابتداءً خود اس کام میں حصہ لینے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اور گو بعد میں ان سے میں نے خط و کتابت کی۔ لیکن ابتداء انہوں نے خود کی اور اپنے اخلاص کا ثبوت دیا ہے۔ اس قرضہ کی ادائیگی کے لئے بھی میں ساتھ کے ساتھ کوشش کر رہا ہوں اور ایک سکھ زمیندار نے وعدہ کیا ہے کہ وہ نو ہزار روپیہ تک کی زمین گروی رکھ لیں گے اسی طرح بعض

ہماری زمینیں جو ایسی جگہ پر واقع ہیں جہاں مکانات بن سکتے ہیں انکو فروخت کر کے ہم چند ماہ کے اندر اندر یہ قرضہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ماتحت اتار سکتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے سال بھی ان زمینوں میں سے ایک حصہ چھ ہزار چار سو روپیہ کو ترجمۃ القرآن کی چھپوائی اور بعض اور دینی ضروریات کے لئے اور بعض اپنی ضروریات کے لئے ہم نے فروخت کیا ہے پس اب بھی کچھ حصہ فروخت کر کے اس قرضہ کو ہم اتار سکتے ہیں۔

اس سب بیان کو پڑھ کر آپ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس اٹھارہ ہزار کے سودے میں اگر نقد روپیہ کو مدِّنظر رکھیں تو ہمارا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہؤا پس اس پر آپ کا اچھلنا کودنا بالکل درست نہیں شاید آپ نے خیال کیا ہو گا کہ اس طرح مولوی محمد علی صاحب پر سے اٹھارہ ہزار روپیہ کی خیانت کا الزام دور ہو جائے گا جو ان پر ترجمہ قرآن پر قبضہ کر لینے اور کتب انجمن پر تصرف کر لینے سے عائد ہوتا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ سودا بالکل جائز ذرائع سے ہؤا ہے اور اس میں کسی کا ایک پیسہ بھی نہیں ہے خدا تعالیٰ نے خود اس جماعت کو بعض فتن سے بچانے کے لئے اپنے فضل سے اس سودے کا سامان کر دیا۔

آخر میں اس قدر اور لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں ان لوگوں کو قابل خطاب نہیں سمجھتا۔ لیکن چونکہ یہ زمانہ دنیا کو دین پر مقدم کرنے کا زمانہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ زمانہ کے اس میلان کو دیکھ کر بیعت میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا اقرار لیا کرتے تھے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ ان اعتراضات کا جو مالی معاملات کے متعلق ہیں جواب دیدوں تا کہ کسی آدمی کو ٹھوکر نہ لگے اور وہ بدظنی سے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں نہ گرا لے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے ایک ایک بات واضح کر کے لکھدی ہے تا ہماری جماعت کے کمزور طبع لوگ بھی اس وہم میں مبتلا نہ ہوں کہ ان کے اموال میں خیانت کی جاتی ہے۔ میرے پاس جو روپیہ چندہ کا آتا ہے میں اسے فوراً دفتر محاسب میں بھیج دیتا ہوں۔ اور اس سال سے تو میں نے ایک کاپی بنا چھوڑی ہے کہ جس پر درج کر کے محاسب کے دفتر سے رسید بھی لے لیتا ہوں۔ تا میرا دامن ہر ایک الزام سے پاک رہے جس شخص نے میرے پاس کوئی رقم بھیجی ہے وہ اس کا مطالبہ مجھ سے جب چاہے کر سکتا ہے میں اسے اس کا حساب دکھانے کے لئے تیار ہوں گو یہ میرا حق نہیں کیونکہ میں لوگوں کو نہیں کہتا کہ تم میرے پاس روپیہ بھیجو وہ کیوں براہ راست انجمن میں نہیں بھیجتے۔ ہاں جس رقم کو میں اپنے نام بھیجنے کو لکھوں اس کے متعلق ہر ایک شخص کا حق

ہے کہ مجھ سے اپنی رقم کے متعلق تسلی کروالے لیکن کسی کے ابتلاء میں آجانے کے خوف سے میں نے ایک کاپی میں اندراج کا بھی انتظام کر چھوڑا ہے جس پر دفتر محاسب کے دستخط ہوتے ہیں کہ ہمیں فلاں فلاں شخص کی طرف سے اس قدر روپیہ پہنچ گیا۔ اور اس کے ذریعہ سے ہر ایک شخص اپنے مال کے متعلق جو میرے نام بھیجتا ہے تسلی کر سکتا ہے۔

میں کسی کے مال کا بھوکا نہیں نہ خلافت کا بار کسی کے اموال کے لالچ سے میں نے اپنے سر اٹھایا ہے خلافت سے پہلے بھی لوگ مجھے نذریں دیتے تھے بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت زیادہ آسودگی سے گزارہ کرتا تھا کیونکہ اس وقت میرے ذمے کوئی بوجھ نہیں تھا اب کئی حاجتمندوں کی خبر گیری مجھے کرنی پڑتی ہے جن کی مدد انجمن نہیں کر سکتی۔ میرے واقف جانتے ہیں کہ اس وقت میرے اخراجات اس وقت کی نسبت زیادہ وسیع ہوتے تھے میں تبلیغ کے لئے جاتا تھا اور کبھی میں نے ایک پیسہ کسی سے اپنے کرایہ وغیرہ کے لئے نہیں لیا۔ بلکہ اگر کوئی کچھ دیتا تھا تو اسے یا تو واپس کر دیتا یا ان ساتھ کے مبلغین پر خرچ کر دیتا جن کا خرچ انجمن کے ذمہ ہوتا تھا اور سال بھر میں یہ رقم اچھی خاصی ہو جاتی تھی مجھ پر کبھی اس کا بوجھ نہیں ہؤا تھا لیکن پچھلے سال بیماری کے لئے جو مجھے لاہور جانا پڑا تو اس کے اخراجات میں سے اب تک کچھ روپیہ میرے ذمہ باقی ہے اسی طرح میں اپنے گھر کے اخراجات کو دیکھتا ہوں کہ انہیں بھی آگے کی نسبت بہت تنگی میں رکھتا ہوں۔ میں ہمیشہ خلافت سے پہلے علاوہ ان کے مقررہ خرچ کے خاص کپڑے وغیرہ بنوا کر دیتا رہتا تھا لیکن اس دن سے آج تک میں مقررہ خرچ کے علاوہ ان کو کچھ نہیں دے سکا حتیٰ کہ ایک دن میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ تم نے مدت سے مجھے تحفہ کچھ نہیں دیا میں کوئی قیمتی چیز طلب نہیں کرتی بلکہ کوئی نہایت معمولی سی قیمت کی چیز میرے دل کو خوش کرنے کے لئے بنوادو میں نے ان کا عندیہ معلوم کرنے کے لئے کہا کہ بتلاؤ کیا بنوادوں اور میں نے معلوم کرنا چاہا کہ ان کی خواہش کہاں تک جاتی ہے تو انہوں نے یہ کہا کہ میں زیادہ نہیں مانگتی ایک سادہ انگوٹھی مجھے بنوادو یہ بات سن کر میرے دل نے مجھے شرمندہ کیا کہ بے شک دوسرے مستحقین کی خبر گیری کرنا بھی ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے لیکن وَلِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ کا بھی ارشاد ہے تیری بیوی کا بھی تجھ پر کچھ حق ہے۔ غرض میں نہ صرف تمہارے اموال کے متعلق ممکن سے ممکن احتیاط برتتا ہوں بلکہ جو کچھ مجھے خدا تعالیٰ دیتا ہے اس میں سے ایک متعدبہ حصہ مستحق امداد لوگوں پر خرچ کر دیتا ہوں اور مجھے اس بات سے بھی انکار نہیں جو

کچھ لوگ مجھے تحفہ دیتے ہیں اس میں سے اپنے نفس پر بھی استعمال کرتا ہوں اور میں اس سے شرمندہ نہیں کیونکہ میرے آقا حضرت محمد ﷺ بھی تحائف قبول کرتے اور خیبر کی فتح سے پہلے آپ کا گزارہ زیادہ تر انہی تحائف پر تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود بھی ہدایا کو قبول کرتے تھے لیکن اس سے زیادہ میں تمہارے اموال پر ہرگز تصرف نہیں کرتا۔ جس غرض کے لئے کوئی شخص مجھے روپیہ دیتا ہے اسی کے لئے جمع کروا دیتا ہوں اور اگر میری مرضی پر چھوڑ دے تو میں اس روپیہ کو اکثر تو اشاعت و صدر انجمن میں ۱۔ اور ۲۔ کی نسبت سے تقسیم کر دیتا ہوں ورنہ جس مد میں زیادہ ضرورت ہو وہاں جمع کروا دیتا ہوں اور بعض لوگ جو مجھے اس لئے روپیہ بھیجتے ہیں کہ میں خود جہاں چاہوں اس کو خرچ کر دوں تو ان روپوں کو مناسب ضروریات پر خرچ کر دیتا ہوں لیکن سوائے اس روپیہ کے جو مجھے میری ذات کے لئے لوگ دیتے ہیں ہرگز ایک پیسہ بھی اپنے استعمال میں نہیں لاتا اور جو شخص مجھے اس قابل خیال کرتا ہے اس پر حرام ہے کہ کبھی ایک پیسہ بھی وہ مجھے دے۔ میں حریص نہیں خدا تعالیٰ نے مجھے بہت وسیع دل دیا ہے پھر وہ خود میری ضروریات کو پورا کرتا ہے بارہا ایسا ہوتا ہے کہ سخت تنگی کے وقت جب مجھے نظر نہیں آتا کہ میں خرچ کہاں سے دوں اور قرض لینے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ فوراً کسی ایسے ذریعہ سے جو میرے واہمہ میں بھی نہیں ہوتا مجھے رزق بھیج دیتا ہے۔ بعض دفعہ ہندوؤں اور سکھوں سے روپیہ بھجوا دیتا ہے بعض دفعہ رؤیا کے ذریعہ کسی کو تحریک کر دیتا ہے چنانچہ ابھی چند ماہ ہی ہوئے ہیں کہ میرے کوٹ کے پھٹ جانے پر میری بیوی نے کہا کہ کوٹ پھٹ گیا ہے میں نے کہا دیکھو تو سہی خدا تعالیٰ خود بندوست کرے گا اس کے چند دن بعد خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب بی اے جج سمال کاز کورٹ کانپور کا ایک خط اور کوٹ کا کپڑا ملا جس میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایک خواب کی بناء پر وہ یہ کوٹ کا کپڑا میرے لئے بھیجتے ہیں وہ ایک معزز عہدہ دار اور راستباز انسان ہیں ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ آیا یہ واقعہ درست ہے یا نہیں۔ روپیہ کے متعلق تو ایسے بہت سے تجارب ہوئے ہیں کہ ضرورت کے وقت بعض لوگوں کو رؤیا ہوئی اور انہوں نے روپیہ بھیج دیا قلبی تصرفات کی مثالیں اس سے بھی زیادہ ہیں پس جبکہ خدا تعالیٰ خود میرا کفیل اور مجھ سے زیادہ میری فکر رکھتا ہے تو مجھے کسی کے روپیہ کی کیا لالچ ہو سکتی ہے۔ لالچ اور حرص تو اسے ہوتی ہے جسے خطرہ ہوتا ہے کہ مجھے ضرورت کے وقت روپیہ کہاں سے ملے گا جبکہ میرا سہارا خدا تعالیٰ ہے او وہ میرے رزق کا ذمہ دار ہے اور غیر معمولی ذرائع سے

حتیٰ کہ غیر احمدیوں، ہندوؤں، سکھوں اور پھر خوابوں کے ذریعہ سے مجھے رزق پہنچاتا ہے تو مجھے اپنے رزق کے لئے کیا فکر ہو سکتی ہے جو شخص مجھ پر اعتراض کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے ڈرے کہ وہ نہیں مرے گا جب تک کہ اس پر بھی یہ الزام نہ لگایا جائے۔ میرا ضمیر اس معاملہ میں صاف ہے اور جس وقت بھی فرشتہ موت میرے پاس آجائے میں اس یقین کے ساتھ جان دے سکتا ہوں کہ خیانت یا سلسلہ احمدیہ کے اموال میں کسی قسم کی بے احتیاطی کے بغیر میں نے اس سلسلہ کے اموال کی حفاظت کی ہے اور اس دنیا کو چھوڑنا ہرگز میرے اوپر بوجھ نہیں کیونکہ میں اس دن کو عید کا دن سمجھتا ہوں جبکہ ایمان کے اوپر میرا خاتمہ ہو اور ان ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا جاؤں پس اس دنیا کا محب نہیں بلکہ اس سے نفرت کرنے والا ہوں اور وہی شخص اس دنیا کی محبت کا الزام مجھ پر لگا سکتا ہے جس کا دل خود اس گند میں ملوث ہے میرے لئے یہ بس ہے کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہے میرے مخالفین کے ناپاک حملوں نے نہ پہلے میرا کچھ بگاڑا اور نہ اب بگاڑ سکتے ہیں خدا تعالیٰ کی مرضی پوری ہوئی اور ہوگی اور اسی کے فضل سے دنیا کے چاروں کناروں پر مجھے اور میرے اتباع کو غلبہ حاصل ہوگا اور وہ لوگ جو دشمنی کی آگ میں جل رہے یا منافقانہ طور پر میرے ساتھ ہو کر پھر ان دشمنوں کے ساتھ شامل ہیں آہستہ آہستہ ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھیں گے۔ ذلت ان کے استقبال کے لئے ہاتھ بڑھائے کھڑی ہے اور رسوائی ان کو بغل گیر کرنے کے لئے ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے ابھی کچھ ہی دن ہوئے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ تمثیلی طور پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے مجھے فرمایا ہم تیری مشکلات کو دیکھتے ہیں اور ان کو دور کر سکتے ہیں لیکن ایک دو (یا دو تین کہا) سال تک صبر کی آزمائش کرتے ہیں محمد ﷺ کی روح میری مدد کے لئے جوش مار رہی ہے۔ کیونکہ میرے دشمنوں نے مجھے جو اس وقت اس کا سب سے زیادہ عاشق اور سب سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کی عظمت کے قائم کرنے کا خواہشمند ہوں اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک کرنے والا قرار دیا کہ میں نے کیوں اس کی حقیقی عظمت کو قائم کیا اور اس کے اس درجہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا جو اس کی عظمت کا اظہار کرنے والا ہے۔ پس وہی پاک وجود بے تاب ہے کہ میری نصرت کے لئے آئے۔ اس سے پہلے وہ اس گھاٹی سے گزرتا ہوا مجھے دیکھنا چاہتا ہے جس میں سے گزرنے کے بغیر کسی شخص نے قرب الٰہی حاصل نہیں کیا پس میرے دن عید ہیں اور راتیں لیلۃ القدر ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی میری فکر ہے اور میں اپنے دشمنوں کے حملوں پر

گھبراتا نہیں کیوں کہ جس قدر سخت وہ حملہ کریں گے اتنی ہی جلدی مجھے اس محبوبِ رب العالمین کی روح مبارک سے فیضان خاص حاصل کرنے کا اور دُعائے خاص سے حصہ لینے کا موقعہ ملے گا پس اے میرے دشمنو! تم حملہ کرو اور جس قدر چاہو کرو مجھے جس کی پرواہ تھی وہ مجھ سے خوش ہے میں تمہارا ابھی شکرگزار ہوں کہ اگر تمہارے بے رحمانہ حملے نہ ہوتے تو ایک غلام کو یہ فخر ہرگز حاصل نہ ہوتا کہ مالک اس کے گھر تشریف لاتا اور ایک خادم کو یہ رتبہ کس طرح نصیب ہوتا کہ آقا اس کی آنکھوں کو اپنے نور سے روشن کرتا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔